تاسیس جامعہ اسلامیہ بھٹکل

قیام جامعہ کا پس منظر، افتتاح، بانی ممبران، فکر جامعہ اور
اس سلسلہ کی بعض خلاف حقیقت تحریرات پر ایک نظر

از

مولانا محمد شفیع جامعی قاسمی بھٹکلی

(سابق متعلم، واستاد، ومہتمم، ونائب ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل)

شائع کردہ

إدارہ رضیۃ الأبرار بھٹکل

نام کتاب : تاسیس جامعہ اسلامیہ بھٹکل

مؤلف : حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپوزنگ : محمد احمد، قاسمی کمپیوٹر، مسکن شفیع،
سلمان آباد، بھٹکل

سرورق : محمد اسجد بن مولانا محمد شفیع قاسمی

طبع اول : ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ اکتوبر مطابق ۲۰۱۱ء

تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)

باہتمام : محمد احمد ابن مولانا محمد شفیع قاسمی، بھٹکل

ملنے کا پتہ:

ادارہ رضیۃ الابرار، سلمان آباد، بھٹکل

Edara Raziyatul Abrar,
Maskan-e-Shafi,Salman Abad,
Bhatkal-581320,Mob-9739961051

فہرست مضامین

ابتدائیہ

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین، وآلہ وأصحابہ أجمعین. أمابعد. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کاشکر ہے کہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے قیام کے پچاس سال مکمل ہورہے ہیں۔ جامعہ کے قیام کے بعد سے بہت سے رودادیں وتعارف نامہ شائع ہوتے رہے ہیں۔ جس میں مولانا عبدالحمید ندویؒ کی روداد ایک دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن افسوس کہ کچھ عرصہ سے جامعہ کے تعارف نامہ ومختلف کتابچوں میں دانستہ یاغیر دانستہ طور پر جامعہ کے بانی اور قیام کے پس منظر کے متعلق نئی باتیں لکھی جارہی ہیں، اوراپنے پسندیدہ فکراور پسندیدہ شخصیات کو جامعہ سے زبردستی وابستہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ چونکہ راقم جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا تیسرا طالب علم ہے۔ اور چھ(۶) سال تک جامعہ میں پڑھنے، پھر پڑھانے، اورمہتمم ونائب ناظم کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملاہے، علاوہ ازیں جامعہ کے قیام کے سلسلہ میں والد صاحب مدظلہ کی محنتوں کو ابتداء سے دیکھاہے، اس تعلق کی بناپر ان غلط فہمیوں کے ازالہ کو ضروری سمجھا اوران سطور کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ آخر میں قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس مضمون میں کوئی قابل اصلاح بات ہوتو ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ اصلاح کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی ہرطرح حفاظت فرمائے، اوراس کے خدام کو اخلاص وخوف خدا کی دولت سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

سابق خادم جامعہ
محمد شفیع قاسمی بن ڈاکٹرعلی صاحب ملپا
ناظم ادارہ رضیۃ الابرار
مسکن شفیع، سلمان آباد، بھٹکل

۲/ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ
مطابق یکم/اکتوبر ۲۰۱۱ء

قیام جامعہ کا پس منظر

اللہ کاشکرواحسان ہے کہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے قیام کا ذریعہ والدمحترم حضرت الحاج ڈاکٹرعلی صاحب ملپا مدظلہ العالی کو بنایا۔ والدمحترم مدظلہ العالی نے جب سن شعور سنبھالا اور علماء ومشائخ سے جب تعلق قائم ہوا، توبار بار اس بات کا احساس ہوتا رہا کہ بھٹکل میں مردوں اورعورتوں کے لئے مکمل دینی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۵۴ء سے کوششیں شروع کیں اورمختلف احباب کی ذہن سازی کرتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور جھگڑے کی نوبت پہونچی اور پولیس کی فائرنگ سے ایک کی موت واقع ہوئی، اور کئی زخمی ہوئے۔ اس وقت زمانہ جاہلیت کی یادتازہ ہوگئی۔

اس قومی اختلاف سے بددل ہوکر والدمحترم حضرت الحاج ڈاکٹرعلی صاحب ملپا مدظلہ العالی نے اپنے مختلف دوستوں سے مل کر اتحادواتفاق کی کوشش کرتے رہے۔ ان کوششوں سے کوئی فائدہ نظر نہیں آیا تو ڈاکٹر صاحب کا خیال پختہ ہوا کہ دینی تعلیم کے فقدان ہی سے اس طرح کے حالات پیدا ہورہے ہیں، لہذا مردوں اورعورتوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب، علماء ومشائخ سے خط وکتابت کرتے رہے اوران سے مشورہ وہدایات لیتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے شیخ، مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری قاسمیؒ (خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قاسمیؒ) کی ہدایت پر ۱۹۵۸ء میں شاہدلی مسجد بھٹکل میں کتابی تعلیم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اسکے بعد ۱۹۶۰ء میں

جامع مسجد بھٹکل میں بھی بعد نماز عشاء درس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اسی طرح دینی تعلیم کے سلسلہ میں لوگوں کی ذہن سازی کرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب مدظلہ اپنے خاص دوستوں (جناب ڈی۔اے۔اسماعیل صاحب، جناب ارمار زین العابدین صاحب بدلی، جناب سعدا جفری صاحب، جناب ڈی،اے،ابوبکر صاحب، جناب شاہ بندری پٹیل شمس الدین باشاہ صاحب، جناب صدیقا محمد ہاندو صاحب، جناب ملاحسن صاحب، جناب شاہ بندری محمد علی صاحبو صاحب (ہبار)، جناب ماسٹر عثمان صاحب، جناب قاضیا مولیٰ صاحب وغیرھم) کے گھر گھر جاکر دینی مدرسہ کو قائم کرنے کے سلسلہ میں گفتگو کرتے رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب اپنے شیخ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری قاسمیؒ کو ۱۹۵۸ء کے خط میں لکھتے ہیں۔ ''دینی تعلیم کی بھی کافی ضرورت ہے۔اور خادم اس سے نابلد۔تاہم حسب استعداد ترغیب دلا رہا ہوں۔اب احساس ہوتا ہے کہ اصلاحی کام کے لئے بھی تین قسم کے لوگ کو مدنظر رکھنا ہوگا۔اولاً عوام جنکو مذہب سے بالکل تعلق نہیں یا دلچسپی نہیں۔دوم۔مذہب سے تعلق ہے مگر غلط طور پر۔سوم تعلیم یافتہ،مگر الحاد اور فلسفی مکتب خیال۔اسلئے ان تینوں کے لئے الگ الگ طریقے سے اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

اول قسم کے لئے کن کن بزرگوں کی کتابیں مذہب سے تعلق پیدا کرنے کے لئے مفید ہوگی اور دوم قسم کے لوگوں کے لئے کونسی کتابیں۔پھر سوم قسم کے لوگوں کے لئے۔ للہ ارشاد فرمائیں! کہ کیا طریقے سے کام انجام دینے سے زیادہ مفید اور

موزوں ہوگا۔ علاوہ ایک صاحب حیثیت شخص نے ،جسکو حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص تعلق اور عقیدت ہے۔مجھ سے کہا کہ اگر اصلاحی کام کے لئے کتابیں وغیرہ ضرورت ہو تو اسکے لئے کم از کم دو سو یا زائد رقم کی ضرورت ہو تو دینے کو تیار ہوں۔میں نے مناسب سمجھا کہ روپیہ کا معاملہ ہے۔اس معاملہ کو بغیر حضرت والا کے مشورہ کے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ حسب ارشاد حضرت والا۔کچھ لوگ اصلاح کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔اس لئے وقتاً فوقتاً ضروری مضامین کی ضرورت ہے۔حضرت والا حسبِ مناسب مضمون ارسال کرتے رہیں تو زیادہ سہولت ہو جائیگی۔اللہ تعالیٰ اس سیہ کار کو حسب ارشاد حضرت والا۔اخلاصاً اصلاحی کام کرنے کی استعداد اور توفیق اللہ پاک عطا فرمائے اور خادم خود اصلاح سے آراستہ ہو جائے۔اور قرب خداوندی سے بہرہ اندوز ہو جاؤں۔''

(خط بنام مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ، بتاریخ ۲۹/اکتوبر ۱۹۵۸ء)

اس کے بعد جب ڈاکٹر صاحب کا مکان قدیم بھٹکل سے نوایت کالونی منتقل ہوا، تو ملیہ مسجد نوایت کالونی بھٹکل میں بعد نماز عشاء کتابی تعلیم شروع فرمایا۔

گھر میں بچوں کی تعلیم کا آغاز

ڈاکٹر صاحب کی محنت رنگ لائی،اور بعض حضرات اپنے بچوں کو قرآن و دینیات پڑھانے پر اصرار کرنے لگے،تو ڈاکٹر صاحب نے گھر میں بچوں کو قرآن ناظرہ پڑھانے کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب مدظلہ حضرت

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری قاسمیؒ کو لکھتے ہیں۔

’’بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ چھوٹے بچوں کو کچھ دینی تعلیم مثلاً قرآن ناظرہ اور ابتدائی مذہبی تعلیم دینے شروع کردیں۔اور ایک شخص نے کل آکر مجبور کررہا ہے ،اپنے دولڑکے ہیں، قرآن شریف پڑھنا نہیں جانتے۔للہ روزانہ گھنٹہ دوگھنٹہ نکالکر سیکھادیں ، میں نے اولاً اپنے کو اسکا اہل نہیں سمجھتا۔علاوہ وقت نکالنا بھی مشکل۔اس لئے ابتک جواب نہیں دیا ہوں۔مگر وہ اخلاصاً مجبور کررہا ہے۔پھر خیال آتا ہے، آجکل دین سے بے پروائی ہورہی ہے، ایسے وقت میں انکی طرف سے پیش قدمی بھی منجانب اللہ معلوم ہوتی ہے۔اس لئے صاف انکار کرنے میں خوف معلوم ہوتا ہے۔بہرحال حضرت والا کے ارشاد عالیہ کا طالب ہوں۔‘‘

(خط بتاریخ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۵۸ء)

سعدا جعفری صاحبؒ کے رہائش گاہ پر قیام مدرسہ کا فیصلہ

۱۹۵۸ء سے ڈاکٹر صاحب شاہدلی مسجد بھٹکل اور جامع مسجد بھٹکل میں کتابی تعلیم کے ذریعہ اور مختلف لوگوں سے ملاقات کرکے دینی ذہن بناتے رہے، الحمدللہ تین سال کی محنت کے بعد بہت سے لوگ ڈاکٹر صاحب کے ہم خیال ہوگئے، اور ایک جماعت تیار ہوگئی، جناب سعدا جعفری صاحب مرحوم، جناب ڈی، اے، اسماعیل (وڑاپا) صاحب مرحوم، اور جناب جوباپو ماسٹر عثمان حسن صاحب مرحوم نے دینی مدرسہ قائم کرنے پر اصرار کرنا شروع کیا، اور سعدا جعفری صاحب مرحوم نے مالی امداد کی پیشکش بھی کی، بقول والد محترم حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب

ایک مرتبہ جناب ڈی،اے،اسماعیل صاحب نے کرجدار آواز کے ساتھ ہم (والد صاحب) سے کہا کہ ’’ہمیشہ کہتے رہتے ہو، کچھ کرتے نہیں، اگر تم مدرسہ قائم کرتے ہو، تو میں مالی مدد دینے کے لئے تیار ہوں‘‘، اسی وقت والد صاحب نے مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کرلیا اور اپنے مربی وشیخ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری قاسمیؒ، ومشیران خاص حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ وحضرت مولانا عبدالباری ندویؒ کو مشورہ کے لئے خط لکھا۔ان بزرگوں کے مشورہ واجازت کے بعد جناب سعدا جعفری صاحبؒ کی رہائش گاہ واقع تکیہ محلّہ کراس بھٹکل میں مندرجہ ذیل حضرات والد محترم جناب الحاج ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ، جناب سعدا جعفری صاحب مرحوم، جناب جوباپو ماسٹر عثمان حسن صاحب مرحوم، ومولانا علی سکری صاحب اکرمی پر مشتمل ایک مشاورتی نشست منعقد ہوئی اور بھٹکل میں ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا، اور مولانا عبدالحمید ندویؒ کو بھٹکل بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔

چنانچہ رکن الدین عثمان صاحب مرحوم ’’آئینہ بھٹکل‘‘ میں لکھتے ہیں۔

’’انہیں حالات کے تحت سعدا محمد جعفری صاحب کے مکان واقع الوامحلّہ (تکیہ محلّہ کراس) میں ایک نشست ہوئی جس میں جناب ڈاکٹر علی ملپا، عثمان حسن جوباپو صاحب اور مولوی علی سکری اکرمی اور سعدا جعفری شامل تھے۔مدرسہ کے تخیل کے ساتھ کام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا۔مولوی علی سکری اکرمی اس نشست کے بعد دوسری نشست میں حاضر نہیں رہے اور سعدا جعفری، ڈاکٹر علی ملپا اور عثمان حسن

دینی تعلیم کے قیام کا پروگرام مکمل طور پر طے کیا، اوراپنے خیالات ابومحل میں ڈی، اے، اسماعیل صاحب سے گفتگو کی۔'' (آئینہ بھٹکل، ص ۶۷، ۶۸)

اس فیصلہ کے بعد ڈاکٹر صاحب مدظلہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کو لکھتے ہیں۔

''موجودہ نصاب تعلیم، انسان کوانسان بنانے کے بجائے حیوان اعلیٰ بنوا رہا ہے۔اس لئے چند احباب کو اسکا شدید احساس ہوا ہے کہ دینی تعلیم کے لئے علیحدہ انتظام ہونا اشد ضروری ہے۔اس لئے ایک دو احباب مجھ سے اصرار کررہے ہیں، اس کے لئے اپنی زندگی دو۔اور کام انفرادی طور پر شروع کردو۔مگر سوال یہ ہے کہ مجھ جیسا ان پڑھ یہ کام کس طرح کرسکتا ہے۔بہر حال بزرگوں کے ہدایات حاصل کرنا ضروری سمجھ کر مولانا فتحپوری مدظلہ العالی اور مولانا عبدالباری مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں تحریر کردیا تھا۔دونوں بزرگوں نے مکتب قائم کرنا ضروری فرمایا۔ اب سوال یہ ہے کہ موجودہ جبری تعلیم کے ماتحت کس طرح اور کیا طریقہ سے مکتب قائم کرنا۔اور نصاب کس قسم کا رکھنا۔یہ سب اہم سوالات ہیں۔اس کے متعلق آپ کو تکلیف دینا پڑا۔ امید کہ آپ اسکے متعلق ہمیں زریں ہدایات سے سرفراز فرمائینگے۔'' (خط بنام مولانا عبدالماجد دریابادی، بتاریخ ۱۰رستمبر ۱۹۶۱ء)

قیام مدرسہ کے فیصلہ کے بعد اب سوال تھا کہ مدرسہ کس نوعیت کا ہو، اور پڑھانے والے کہاں سے لائے جائیں، تو ڈاکٹر صاحب کی نظر اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب جے سکھ پوری ندوی رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذ دینیات انجمن ہائی اسکول، بھٹکل) پر گئی۔انکو تفصیلی خط لکھا اور بھٹکل آنے کی دعوت

دی۔مولانا نے جواب دیا کہ صرف مشورہ کے لئے اتنی دور سے آنا مناسب نہیں، اگر آپ مدرسہ قائم کریں تو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں، ڈاکٹر صاحب نے جواب لکھا کہ مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، اسلئے آپ کا بھٹکل آنا ضروری ہے۔چنانچہ فروری ۱۹۶۲ء کو مولانا عبدالحمید ندویؒ بھٹکل تشریف لائے۔اس سلسلہ کا ایک خط ڈاکٹر صاحب مدظلہ، حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں۔''دینی تعلیم کے لئے مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ ہوکر مدت ہوئی۔ مگر اب تک جاری کرنہ سکے۔اسی غرض کے لئے ہمارے استاذ مولانا عبدالحمید صاحب ندوی مدظلہ العالی سابق دینیات مدرس انجمن ہائی اسکول بھٹکل کو دعوت دے کر لایا گیا ہے۔حضرت استاذ کے سامنے حالات رکھ کر غور وخوض کررہے ہیں۔خدا کرے جلد دینی تعلیم کا بندوبست ہوجائے۔دعا کا محتاج ہوں۔''

(خط بنام مولانا عبدالماجد دریابادی، بتاریخ ۲۷رفروری ۱۹۶۲ء)

مدرسہ کے افتتاح اور انتظامی امور کے سلسلہ میں مشاورتی اجلاس

۱۰رشوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۷رمارچ ۱۹۶۲ء بروز سنیچر کو جناب ڈی، اے، اسماعیل صاحب کے مکان ابومحل بستی روڈ، بھٹکل میں مدرسہ کی افتتاح اور انتظامی امور کے سلسلہ میں مشاورتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں (۱) جناب ڈی، اے، اسماعیل صاحب (۲) والد محترم الحاج ڈاکٹر علی صاحب ملپا (۳) جناب سعدا جفری صاحب (۴) مولانا عبدالحمید ندوی (۵) جناب جوباپو ماسٹر عثمان صاحب شریک ہوئے۔طے کیا گیا کہ اس مدرسہ کا جلد افتتاح کیا جائے اور اس کا نام

"دار العلوم بھٹکل" رکھا جائے، اور مزید دوست واحباب کو اس مدرسہ کے تعاون کے سلسلہ میں امادہ کیا جائے، خصوصاً جناب ڈی، اے، ابوبکر صاحب کو اس میں شریک کیا جائے، جو اس وقت ممبئی میں مقیم تھے، لہذا جناب ڈی، اے، اسماعیل صاحبؒ، والد محترم جناب الحاج ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ، جناب سعدا جعفری صاحبؒ اور مولانا عبدالحمید ندویؒ پر مشتمل ایک وفد بذریعہ پانی جہاز ممبئی روانہ ہوا۔ جب جہاز ممبئی کی بندرگاہ پہنچا، تو (بقول سعدا جعفری صاحب مرحوم) استقبال کے لئے جناب الحاج محی الدین منیری صاحب مرحوم موجود تھے۔ جب منیری صاحب، ڈاکٹر صاحب سے معانقہ کر رہے تھے، تو بطور شکایت کہا کہ: "مجھے چھوڑ کر مدرسہ قائم کر رہے ہو؟"، تو ڈاکٹر صاحب نے عرض کہ "ہم آپ لوگوں کے مشورہ ہی کے لئے ممبئی آئے ہیں۔"

ممبئی میں مشاورتی اجلاس

۱۹/شوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶/مارچ ۱۹۶۲ء پیر کی شب کو جناب ڈی، اے، ابوبکر اینڈ اسماعیل کے فلیٹ (Flat) نل بازار، ممبئی میں، ممبئی میں مقیم بھٹکلی احباب کے ساتھ ایک مشاورتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں اس مدرسہ کا نام "دار العلوم" سے بدل کر "جامعہ اسلامیہ بھٹکل" رکھا گیا اور افتتاح کی تاریخ بھی طے کی گئی اور ہندوستان کے کسی مشہور عالم سے جامعہ کا افتتاح کرنا طے پایا۔ اور افتتاحی تقریب کو منعقد کرنے کی ذمہ داری جناب الحاج محی الدین منیری صاحب مرحوم کو دی گئی۔

مبلغ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمیؒ کے ہاتھوں جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا افتتاح

۱۸/ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰/اگست ۱۹۶۲ء کی صبح، گوائی محمد میراں صاحب کے مکان، مین روڈ، بھٹکل میں حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب فیض آبادی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مبلغ دار العلوم دیوبند و مجاز مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے جامعہ اسلامیہ کا افتتاح ہوا۔ اور پہلے طالب علم عبداللہ بن محمد صاحب کوبٹے کو رب یسر ولا تعسر کی تلقین کے ساتھ تعلیم کا آغاز فرمایا۔ عجیب روحانی منظر تھا۔ زم زم اور کھجور کے ذریعہ لوگوں کی تواضع کی گئی۔

استاذ اول حضرت مولانا عبدالحمید ندویؒ لکھتے ہیں۔

"جامعہ اسلامیہ کا افتتاح ۲۰/اگست ۱۹۶۲ء کو حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ موصوف نے بسم اللہ خوانی کے لئے طلباء طلب فرمائے۔ محمد کوبٹے عرف دھاکلو صاحب نے جو فاروقی کے نام سے مشہور ہیں، اپنے خوردسال ہشت سالہ لڑکے عبداللہ کو پیش کیا اور اسے جامعہ میں دینی تعلیم کے لئے وقف کردینے کا اعلان کیا۔ بس اسی خوردسال معصوم کی بسم اللہ خوانی اور نظموں، تقریروں اور پیاموں کے ساتھ افتتاح کی کارروائی پایہ تکمیل کو پہونچی۔

علم والے علم کا دریا بہا کر چل دئے — واعظان قوم سوتوں کو جگا کر چل دئے
کچھ سخنور تھے سحر اپنا دکھا کر چل دئے — کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلا کر چل دئے"

(روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل، ص۳۷)

اس موقع کی منظر کشی جناب محی الدین منیری صاحب مرحوم نے اس طرح کی ہے۔

''اس افتتاح کا باشندگان بھٹکل نے جس جوش وخروش کے ساتھ استقبال کیا، اس کا اندازہ دیکھنے اور سننے والے ہی کر سکتے ہیں۔ مولانا ارشاد صاحب کے عطر بیز مواعظ حسنہ نے اس موقع پر سرزمین بھٹکل کو دین کے عطر سے معطر کر دیا تھا۔ اور تین چار دن تک مولانا کے مواعظ سے ساری فضا میں قال اللہ وقال الرسول کی آوازیں گونجتی رہی۔ جامعہ کے افتتاح سے جو فضا اور ماحول بن گیا تھا، قدرتی طور پر ایک صاحب ایمان کے دل میں خیال پیدا ہونا یقینی تھا کہ اس تحریک کے ساتھ خدا کی مدد شامل ہے۔ اور انشاء اللہ شامل رہے گی۔ افتتاح کے موقع پر ہندوستان کے اطراف واکناف سے علماء اور صوفیاء کرام اور مرکزِ دین مکہ معظّمہ سے جو پیامات موصول ہوئے ہیں، وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، تاکہ آپکو اندازہ ہو کہ اس وقت اسلامی بستیوں میں دینی مدرسوں کی کتنی شدید ضرورت ہے، اور یہ کہ آپ کے جامعہ کے قیام میں کتنے بزرگوں کی دعائیں اور نیک تمنائیں شامل ہیں۔''

(روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل، ص ۵۸)

اللہ کا شکر ہے کہ بانی جامعہ حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ ودیگر رفقاء کے خلوص ومحنت اور حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ وحضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری قاسمیؒ کی رہنمائی ودعا، اور حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمیؒ کی افتتاح کی برکت، اور حضرت مولانا عبدالحمید ندویؒ کی تعلیم وتربیت سے جامعہ نے ایسی ترقی کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

جامعہ اسلامیہ کے افتتاح کے بعد افتتاحی تقریب کے کنوینر جناب محی الدین منیری صاحب مرحوم ممبئی تشریف لے گئے۔ جامعہ اسلامیہ کے نظم ونسق کو چلانے کیلئے تعلیمی امور کی ذمہ داری مولانا عبدالحمید ندویؒ کو اور انتظامی امور کی ذمہ داری والد محترم جناب الحاج ڈاکٹر علی ملپا صاحب کو، اور مالیات کی ذمہ داری جناب ڈی، اے، اسماعیل صاحب کو دی گئی۔

افسوس کہ جامعہ کے جدید تعارف نامہ وغیرہ میں حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمی مبلغ دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ افتتاح کے ذکر کو حذف کیا گیا ہے، اور اس کے بجائے اس طرح لکھا ہے۔ ۱۸/ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰/اگست ۱۹۶۲ء کو شہر بھٹکل میں گوائی محمد میراں صاحب کے مکان واقع فاروقی محلّہ میں حضرت مولانا عبدالحمید ندویؒ کے ذریعہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا قیام عمل میں آیا۔ (جدید تعارف جامعہ اسلامیہ بھٹکل) اس کو تاریخی خیانت ہی کہا جائے گا۔

جامعہ کی بنا میں سب سے اہم دخل ڈاکٹر علی ملپا صاحب کا ہے

جناب ڈی، اسماعیل صاحب ایکے از بانی ممبر وسابق صدر وناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل لکھتے ہیں۔

''حضرات! ہماری جامعہ کی بنا میں سب سے بڑا دخل جناب ڈاکٹر علی ملپا کی ذات کا ہے کہ اللہ پاک نے دینی تعلیمی تحریک کا بہانہ موصوف کی ذات کو بنایا آپ ہی کی برکت اور فکر وکاوش کے بعد دینی تعلیم کا تخیل ان کے حلقہ احباب میں پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ بھٹکل اور پھر ممبئی میں اس تحریک نے قوت حاصل کی۔ ممبئی کے ایک

مختصر شوریٰ میں جناب محی الدین صاحب منیری کو جامعہ کے افتتاح کی جدوجہد کے لئے نامزد کیا گیا۔ کچھ رقم فراہم کرکے کوشش شروع ہوئیں اور ۲۰/اگست ۱۹۶۲ء کو جامعہ اسلامیہ کا افتتاح عمل میں آیا اور ہوتے ہوتے نوبت بایں جا رسد۔"

(روداد اجلاس اول، ص۴۳)

جامعہ کے پہلے استاذ و معتمد تعلیمات

جامعہ کے قیام کے فیصلہ کے بعد، افتتاح سے چند ماہ قبل ہی والد محترم حضرت الحاج ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ العالی نے اپنے استاد حضرت مولانا عبد الحمید ندویؒ کو درس وتدریس کے لئے بھٹکل آنے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ مولانا فروری ۱۹۶۲ء کو بھٹکل تشریف لائے۔

قیام جامعہ اور مولانا عبدالحمید ندویؒ کی بھٹکل آمد کے متعلق کاروان زندگی کا مضمون حقیقت حال کے خلاف ہے

کاروان زندگی، جلد ہفتم، صفحہ ۱۴۰ میں بھٹکل کا سفر کے عنوان سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"آج سے تقریباً ۳۵،۳۶، سال پہلے بھٹکل میں ایک دینی تعلیم گاہ قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا جہاں عربی کی تعلیم دی جائے (جو یہاں کی مسلم آبادی کی قدیم زبان تھی) یہاں کے بیدار اور سربرآوردہ لوگوں نے ندوۃ العلماء سے (جس سے تعلق خاص طور پر محی الدین منیری صاحب کے ذریعہ سے قائم ہوا تھا جو لکھنؤ

آئے تھے اور کچھ دن قیام واستفادہ بھی کیا تھا) رابطہ قائم کیا، اس وقت کے دارالعلوم کے ذمہ داروں نے اس کی پوری ہمت افزائی اور خیر مقدم کیا اور اس وقت ندوۃ کے ایک فاضل مولوی عبدالحمید ندوی صاحب کو اس کے انتظام اور رہنمائی کے لئے بھیج دیا، جنھوں نے یہاں رہ کر ادارہ کی تنظیم اور ترقی کا کام انجام دیا اور یہاں عربی کی ایک اچھی تعلیم گاہ قائم ہوگئی، جس میں ندوۃ العلماء کا نصاب پڑھایا جاتا ہے، اسی کی رہنمائی اور سرپرستی میں یہ جامعہ مولوی عبدالحمید ندوی کی وفات کے بعد بھی چلتا رہا۔ (کاروان زندگی، ج۷، ص۱۴۰)

اس مضمون کے اشاعت کے بعد جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی مجلس شوری منعقدہ ۲۸/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۱/جولائی ۲۰۰۱ء میں یہ قرارداد منظور ہوئی۔

"چونکہ کاروان زندگی جلد ہفتم صفحہ ۱۴۰ (۱۹۹۹ء) کے مطالعہ سے جامعہ کی تاریخ کے بارے میں کچھ شبہات اور غلط فہمیاں ہوسکتی تھیں جس کا ازالہ اور تصحیح از بس ضروری تھی اس لئے جامعہ اسلامیہ کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۸/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۱/جولائی ۲۰۰۱ء میں طے پایا کہ مدرسہ کی روداد اول اس کے ابتدائی حالات کے سلسلہ میں ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، از سر نو اشاعت کی جائے۔ (حرف آغاز روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل، طبع دوم)

معلوم نہیں حضرت مولانا علی میاںؒ جیسی محتاط شخصیت کے قلم سے غیر حقائق پر مبنی تحریر کیسے صادر ہوئی، ممکن ہے کہ کسی نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو غلط حقائق سے آگاہ کیا ہو۔ صحیح حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالحمید ندویؒ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے

قیام سے پہلے ہی غالباً ۱۹۳۰ء میں انجمن ہائی اسکول بھٹکل میں دینیات کے استاذ کی حیثیت سے بھٹکل تشریف لائے تھے، اور کئی سال تک بھٹکل مقیم رہے۔ منیری صاحب اور والد صاحب کو انہوں نے بچپن میں پڑھایا، اور کچھ سالوں کے بعد بھٹکل سے واپس تشریف لے گئے، جامعہ اسلامیہ بھٹکل ۱۹۶۲ء میں قائم ہوا۔ اس وقت والد محترم حضرت الحاج ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ نے براہ راست مولانا عبدالحمید ندویؒ سے خط وخطابت کر کے بھٹکل آنے کی دعوت دی تھی، مولانا پانچ سال جامعہ میں رہ کر پھر ۱۹۶۷ء میں وطن چلے گئے تھے، اور مولانا کا انتقال ۱۹۷۸ء میں ہوا، اس وقت مولانا کا جامعہ سے رسمی تعلق نہیں تھا۔

جامعہ اسلامیہ بھٹکل آزاد اور خودمختار ادارہ ہے، وہ اپنی مجلس شوریٰ کی رہنمائی ونگرانی میں چلتا ہے۔ نہ وہ کسی ادارہ کی شاخ ہے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے صرف تعلیمی الحاق ہے۔

ڈاکٹر صاحب مدظلہ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کو فروری ۱۹۶۲ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں۔ ''دینی تعلیم کے لئے مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ ہو کر مدت ہوئی۔ مگر اب تک جاری کر نہ سکے۔ اسی غرض کے لئے ہمارے استاذ مولانا عبدالحمید صاحب ندوی مدظلہ العالی سابق دینیات مدرس انجمن ہائی اسکول بھٹکل کو دعوت دے کر لایا گیا ہے۔ حضرت استاذ کے سامنے حالات رکھ کر غور وخوض کر رہے ہیں۔ خدا کرے جلد دینی تعلیم کا بندوبست ہو جائے۔ دعا کا محتاج ہوں۔''

(خط بنام مولانا عبدالماجد دریابادیؒ بتاریخ ۲۷ر فروری ۱۹۶۲ء)

پھر ممبئی کے مشاورتی اجلاس کے بعد مولانا اپنے وطن چلے گئے۔ افتتاح کے موقع پر افتتاحی تقریب کے کنوینر جناب محی الدین منیری صاحب مرحوم نے

بھٹکل آنے کے لئے خط لکھا۔ مولانا عبدالحمید ندویؒ روداد اجلاس اول میں لکھتے ہیں۔ ''احقر، خادم ناچیز عبدالحمید ندوی کو تو جامعہ کے افتتاح سے مہینوں پہلے ہی جناب محی الدین صاحب منیری نے جو جامعہ کے ابتدائی انتظامات کے ذمہ دار یعنی انچارج تھے۔ باضابطہ مراسلت کے بعد مدرسی کے لئے منتخب فرمالیا تھا۔ یہ بالکل عارضی، محض عبوری دور کے لئے تھی، موقع پر حاضر ہوا۔'' (ص۸۱)

افتتاح کے موقع پر مولانا بھٹکل تشریف لائے، اور شعبان تک بھٹکل میں رہے، رمضان کی چھٹی میں جب گھر جانے لگے، تو ذمہ داروں نے انکو واپسی کے لئے اصرار کیا، اور مستقل معتمد تعلیمات اور مدرس مقرر کیا۔ مولانا عبدالحمید ندویؒ لکھتے ہیں۔''چند ماہ بعد جناب ڈی، اے، ابوبکر اور ڈی، اے، اسماعیل صاحبان نے بمبئی جاتے ہوئے کاسرکوڈ میں ندی پار کرتے وقت رمضان بعد واپس آنے اور جامعہ کی خاطر بھٹکل کو مستقل مستقر بنا لینے پر اس قدر زور دیا کہ ایک حرف سننے کو تیار نہ ہوئے۔ ڈی، اے، برادران کے اخلاص، ایثار اور اصرار نے پھر آپ کی خدمت میں پہونچا دیا۔ اور جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہے سلسلہ جاری ہے۔'' (ص۸۱)

اس کے بعد مولانا بھٹکل تشریف لائے۔ انہیں کے ذریعہ جامعہ کی تعلیمی ترقی ہوئی۔ دوتین سال کی مدت میں چند طلبہ کو اس طرح تعلیم دی کہ ان کا داخلہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے درجہ عالمیت میں ہوا۔ اور پانچ سال تک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ کی ترقی کے لئے بے مثال خدمات انجام دی۔ پھر ناگزیں حالات کی وجہ سے جامعہ کو خیر باد کر کے وہ اپنے وطن روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انکی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد دو مرتبہ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء میں جامعہ کی زیارت کے لئے بھٹکل تشریف لائے۔ مولانا کا انتقال ۱۳؍رمضان ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۸؍اگست ۱۹۷۸ء جمعہ کی آذان کے وقت لکھنؤ کے VIVEKANANDA ہسپتال میں ہوا۔ انتقال کے وقت راقم (محمد شفیع قاسمی) اور رفیق مکرم مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی بھٹکلی موجود تھے۔

بانی جامعہ کی بحث

چند سال پہلے جامعہ کے تعارف نامہ میں اچانک ایک بانی ممبر کے نام کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس سے پہلے جامعہ کے دستور میں پانچ بانی ممبران کے نام تھے۔ اضافہ کس نے کیا، معلوم نہ ہوسکا۔ پھر بعد والے تعارف ناموں میں بانی کے بجائے بانی تعلیم لکھا جانے لگا۔ یہ اصطلاح کب اور کس نے ایجاد کی، یہ بھی معلوم نہ ہوسکا۔ اگر پہلے استاد کو بانی تعلیم کہا جائے تو دارالعلوم دیو بند، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے بھی ''بانی تعلیم'' کو تلاش کرنا پڑیگا، اور اداروں کے ہر شعبہ کو قائم کرنے والے کو بانی کہنا پڑیگا، جیسا کہ کچھ دنوں پہلے جامعہ کے سابق استاد کو ''اللجنة العربية'' کا بانی لکھا گیا۔ یاللعجب

پھر مولوی۔۔۔۔۔۔صاحب نے بھی بانیان کے سلسلہ میں بحث چھیڑی،

مولانا عبدالحمید صاحب ندوی حیات وخدمات صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں۔

''روداد اجلاس اول کے مطابق ۱۷؍مارچ ۱۹۶۲ء قیام جامعہ کا فیصلہ ہونے سے پیشتر جامعہ کے قیام کے مشوروں میں مولانا شریک رہے اور ۲۰؍اگست ۱۹۶۲ء با قاعدہ افتتاح سے قبل ہی مولانا تحریک جامعہ سے وابستہ رہے اور قرارداد جامعہ

۱۷؍اکتوبر ۱۹۶۳ء کے مطابق مولانا جامعہ کے مختار کل قرار پائے، روداد اجلاس اول میں ثبت ان شواہد کے بعد یہ بحث کہ مولانا جامعہ کے بانیان میں شمار ہوسکتے ہیں نہیں بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔''

اس سلسلہ میں جامعہ کا ایک قدیم طالب علم اور ایک بانی کے فرزند ہونے کی بنا پر مولوی۔۔۔۔۔صاحب کی غلط فہمی کو دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جامعہ ۱۷؍مارچ اور ۲۶؍مارچ صرف دو ہی دنوں میں اچانک قائم نہیں ہوا، بلکہ حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ نے ۱۹۵۴ء سے آٹھ سال مسلسل اس سلسلہ میں محنت کی، بالآخر مدرسہ کے قیام کا فیصلہ جناب سعدا جعفری صاحبؒ کی رہائش گاہ پر کیا گیا۔ پھر مولانا عبدالحمید ندویؒ کو خط لکھا گیا، اور مولانا فروری ۱۹۶۲ء میں بھٹکل تشریف لائے۔

اگر مشوروں میں شامل ہونے ہی سے بانی شمار کئے جائیں تو بے شمار حضرات کو بانی شمار کیا جانا چاہئے۔ جامعہ کے افتتاح سے پہلے بھٹکل میں جناب سعدا جعفری صاحب مرحوم، جناب ڈی، اے، اسماعیل صاحب مرحوم، جناب جوباپو ماسٹر عثمان حسن صاحب مرحوم، جناب شاہ بندری پٹیل شمس الدین باشاہ صاحب مرحوم، جناب ارمار زین العابدین صاحب بدلی مرحوم، جناب شاہ بندری محمد علی صائبو صاحب (ہبار)، جناب ملا حسن صاحب، جناب قاضیا محمد مولیٰ صاحب مرحوم، جناب قاضیا محمد حسن باپا صاحب مرحوم، جناب صدیقا محمد ہندو صاحب مرحوم، جناب سید موسیٰ کاظمی صاحب مرحوم، جناب کاڈلی عبدالقادر صاحب مرحوم، جناب

پیشمام محمد صاحب مرحوم، وجناب تنلیری ابوبکر صاحب مرحوم وغیرہم اور ممبئی میں متعدد حضرات مشوروں میں شریک رہے۔

ابتداء میں جامعہ کے بانی ممبران میں صرف چار ہی حضرات شمار کئے جاتے تھے۔
(۱) محترم الحاج ڈاکٹر علی ملپا صاحب مدظلہ (۲) محترم سعدا جعفری صاحبؒ
(۳) محترم ڈی،اے،اسماعیل صاحبؒ (۴) محترم جوباپو ماسٹر عثمان حسن صاحبؒ۔
ماسٹر عثمان صاحب بعد میں جامعہ سے دوری اختیار کرلی،اسلئے ان کا نام بانی ممبران سے حذف کیا گیا۔

اسی لئے ۱۹۶۷ء میں حضرت مولانا علی میاںؒ پہلی مرتبہ جب بھٹکل تشریف لائے،تو اس وقت مولانا عبدالحمید ندویؒ نے ایک عربی تقریر جامعہ کے متعلق مجھے دی تھی،اس میں صرف تین بانی ممبران کا ذکر تھا۔(۱) جناب الحاج ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ (۲) جناب سعدا جعفری صاحبؒ (۳) جناب ڈی،اے، اسماعیل صاحبؒ۔اس پر بعض لوگوں کو اعتراض ہوا۔اور کچھ لوگ بانی ہونے کا دعویٰ کرنے لگے۔جب مولانا کو اس کی اطلاع ہوئی،تو مولانا بہت ناراض ہوئے،اور کسی طرح کسی نام کے اضافہ پر راضی نہیں ہوئے۔جب مولانا پر بہت دباؤ پڑا،تو مولانا نے بانی کے بجائے ''ومن المعاونین'' لکھ کر کچھ ناموں کا اضافہ فرمایا۔اس سے تلخی بڑھی،پھر مولانا عبدالحمید ندویؒ نے مولانا علی میاںؒ کی موجودگی میں ایک جذباتی تقریر کی جس میں بعضوں کو تنقید کا نشانہ بنایا،یہی مولانا کے جانے کا سبب بنا۔مولانا کے جانے کے بعد ۱۹۷۰ء عیسوی میں دستور کی ترتیب کے وقت بانی ممبران میں (۲) ناموں کا اضافہ کیا گیا۔

(۱) جناب محی الدین منیری صاحبؒ (۲) وجناب ڈی،اے،ابوبکر صاحبؒ
۱۷/مارچ ۱۹۶۲ء کو ابومحل میں مدرسہ کے افتتاح وغیرہ کا مشورہ کیا گیا تھا،نہ کے قیام کا فیصلہ اور مولانا عبدالحمید ندویؒ فروری ۱۹۶۲ء میں بھٹکل تشریف لائے تھے، اسلئے اس سے پہلے کے واقعات مولانا کے علم میں نہیں تھے۔لہذا مولانا کی تحریر کردہ روداد فروری ۱۹۶۲ء کے بعد کے حالات کی ترجمانی کرتی ہے۔اس وضاحت کے بعد یہ بحث بے معنی ہوکر رہ جاتی ہے کہ کون بانی ہے اور کون نہیں ہے۔''

اس سلسلہ کی ایک تحریر مولوی ۔۔۔۔۔ندوی بھٹکلی کی ہفت روزہ مشعل راہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل خصوصی نمبر صفحہ۴ پر نظر سے گزری،لکھتے ہیں۔

''یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ اس کے بانیان اور اس کے قائم کرنے والے، مدرسوں سے پڑھ کر نکلنے والے علماء نہیں تھے،بلکہ دل دردمند اور فکر ارجمند رکھنے والے چند مخلصین تھے،اس میں شک نہیں کہ اس کے پیچھے ایک ندوی فاضل کا ہاتھ ضرور نظر آتا ہے یعنی مولانا عبدالحمید ندوی۔''

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مولوی ۔۔۔۔۔ندوی کو جامعہ کے قیام کے پیچھے صرف ایک ہی ہاتھ نظر آیا،اس کو فکر پرستی کہئے،یا کم علمی۔حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالحمید ندویؒ بھٹکل آنے سے پہلے ہی سے بھٹکل میں دینی ذوق اور اسلامی فکر رکھنے والی شخصیات موجود تھیں اور ان ہی حضرات نے انجمن کو قائم کیا تھا۔ خصوصاً محسن قوم،فخر نوایت اسماعیل حسن (I.H) صدیقؒ (م ۱۹۴۶ء) جو انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود انتہائی درجہ کے دیندار تھے۔اور علماء ومشائخ سے ان کے روابط تھے،اوران کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے

تھا۔مولانا عبدالحمید ندویؒ خود ان کے دینی ذوق سے متاثر ہوئے۔ لکھتے ہیں۔ مرحوم ائی ایچ صدیق جیسا فدائے دین وملت انجمن اسکول کا مختار کل ہیڈ ماسٹر، سونے پر سہاگہ،''اسکول'' اور''ہیڈ ماسٹر'' کے الفاظ کہیں یہاں بھی دھوکہ نہ دیں۔ واضح رہے کہ یہ انجمن اسکول تھا تو انگریزی ہی اسکول، لیکن اپنی معنویت میں کسی عربی دارالعلوم سے کم نہ تھا اور نہ ہیڈ ماسٹر ہی کسی دینی جامعہ کے مہتمم سے فروتر۔'' دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ یہ سب برکت تھی اس وقت کے نصاب تعلیم کی، انجمن کی دیندار صدارت اور انجمن اسکول کے ولی صفت ہیڈ ماسٹر کی بے لوث خدمت کا نتیجہ تھا۔(روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل،۱۳)

جامعہ کے قائم کرنے والے سب کے سب انجمن کے اس دور کے فرزند، محسن قوم، فخر نوایت جناب اسماعیل حسن صدیق بھٹکلیؒ کے شاگرد وتربیت یافتہ، اور مولانا عبدالحمید ندویؒ بھی ان کے صحبت یافتہ تھے۔مولوی۔۔۔۔۔صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ندوی ہاتھ کے آگے پیچھے تھانوی وبھٹکلی بہت سے ہاتھ تھے۔

جامعہ کے قیام میں سب سے اہم کردار غیر بھٹکلیوں میں حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (مسترشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)،اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری قاسمیؒ (خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کا رہا ہے۔تاسیس جامعہ سے پہلے اور تاسیس کے وقت جن حضرات سے ڈاکٹر صاحب مدظلہ مسلسل مشورہ کرتے رہے، اور جنہوں نے جامعہ کے قیام کی تائید وتوثیق کی، افسوس کہ ان کی خدمات کو فراموش کیا گیا اور جامعہ کے کسی تعارف نامہ میں انکا تذکرہ نہیں ملتا۔

اگر کسی کو زبردستی بانی قرار دینا ہے تو سب سے زیادہ حق دار حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری قاسمیؒ ہیں۔اسلئے کہ ان کی کئی سالوں کی رہنمائی اور مشوروں سے جامعہ وجود میں آیا۔

تعلیم کا آغاز

عربی درجات

افتتاح کے وقت مولانا عبدالحمید صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ استاد اور عبد اللہ کوبٹے شاگرد کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔۲۳/ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵/ اگست ۱۹۶۲ء بروز سنیچر کو والد صاحب نے بورڈ اسکول سے نکال کر مجھے جامعہ اسلامیہ میں داخل کیا۔سنیچر کی صبح کو میں جامعہ گیا تو اس وقت عبداللہ کوبٹے اور سعدا نذیر موجود تھے۔کئی مدت تک ہم صرف تین طلبہ تھے۔ بعد نماز فجر مولانا عبدالحمید ندویؒ کا قرآن کا درس ہوتا تھا۔کثیر تعداد میں لوگ شریک ہونے لگے، انجمن ہائی اسکول کے طلبہ بھی کافی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ درس بہت مؤثر ثابت ہوا، ہائی اسکول کے طلبہ میں بھی دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔بہت سے طلبہ نے جامعہ میں داخل ہونے کا خیال ظاہر کیا۔بعض لوگوں کو انجمن میں طلبہ کے کم ہونے کا خطرہ ہوا، تو تمام طلبہ کو روکا گیا۔صرف مولانا ملا اقبال صاحب ندوی، مولانا صادق صاحب اکرمی ندوی وجلال الدین صاحب رکن الدین، ومولانا غزالی صاحب خطیبی ندوی باقی رہ گئے۔اسی طرح تین جماعتیں بن گئیں۔

پہلی جماعت: مولانا اقبال صاحب ملاندوی، مولانا غزالی صاحب خطیبی ندوی۔

دوسری جماعت: مولانا صادق صاحب اکرمی ندوی، وجلال الدین رکن الدین۔

تیسری جماعت: عبداللہ کوبٹے، سعدانذیر، راقم محمد شفیع قاسمی۔

ہماری اس تیسری جماعت کے ساتھ بعد میں زبیر خطیبی، عبدالرحمٰن حافظ، محسن محتشم، اور مولانا ایوب صاحب برماور ندوی شریک ہوئے۔

اس سلسلہ میں مولانا عبدالحمید ندویؒ لکھتے ہیں۔

''درس قرآن نے انجمن ہائی اسکول کے بچوں کو مانوس کردیا، علمی استفادہ کے طالب ہوئے، فارسی، عربی جیسے جس چیز کی ضرورت تھی، پڑھنا شروع کیا، جیسے جب موقع ملتا گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے لئے آجاتا۔ اسی دوران تین چار لڑکے ایسے آئے جو انجمن ہائی اسکول سے بےتعلق تھے، یہ پوراوقت دے کر پڑھنے لگے، گویا جامعہ کے طالب علم بن گئے، لیکن یکے بعد دیگرے آتے اور کتابیں خرید کرلے جاتے رہے۔ اتنی عجلت کے ساتھ کہ کتابوں کی قیمتیں دینے کی بھی مہلت بہتوں کو نہیں ملی۔ البتہ ہائی اسکول سے دینی ذوق رکھنے والے چند ایسے طلباء بھی آئے جنہوں نے پختگی کے ساتھ طے کیا کہ ہمکو دینی تعلیم حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن ہفتہ دو ہفتہ کے بعد حالات کے ماتحت انہیں سمجھا بجھا کر جامعہ سے ہائی اسکول واپس کیا گیا کہ تعلیم کو ناقص چھوڑ دینے سے بہتر یہ ہے کہ ہائی اسکول پاس کرکے جامعہ میں داخل ہوں۔ صرف ایک طالب علم محمد اقبال ابن حسین ملاّ باقی رہ گیا، جس پر ہائی اسکول واپس جانے کے لئے کسی کی کوشش کارگر نہیں ہوئی۔ اسکے اعزہ، اکابرین شہر، محترم اساتذہ اور خود ہیڈ ماسٹر صاحب نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا اور میں نے خود بھی سمجھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، لیکن اس نے کسی کی نہ سنی، نہ دھمکیوں کی پروا کی، نہ افہام وتفہیم کا اثر لیا۔ جس کے نتیجہ میں اسے بڑی ہی دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا پڑا، لیکن پائے استقلال میں جنبش نہ آنی تھی نہ آئی۔ بس یہی وہ پہلا طالب علم ہے جسے حق تعالیٰ نے جامعہ کے نصیب میں لکھ رکھا تھا۔ جو جامعہ کی دستوری اوپننگ کے دو مہینے پانچ روز کے بعد ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵/اکٹوبر ۱۹۶۲ء کو صبح ۷ بجے عین تلاوت کے وقت گریاں بریاں جامعہ میں داخلہ کے لئے حاضر ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حق تعالیٰ علم وعمل سے آراستہ کریں، بانیان جامعہ، قوم وکنبہ اور اپنی درسگاہ کیلئے باعث صدر افتخار بنائیں پیروئی سنت، حق تعالیٰ کی محبت ومعرفت اور توفیق ذکر وطاعات نصیب ہو۔ اللہ کی شان کے محمد اقبال ابن حسین ملاّ کے چند ہی روز بعد محمد صادق اکرمی اور محمد جلال الدین رکن الدین کو انکے ورثاء نے جامعہ میں داخل کیا۔ اس طرح ان تین بچوں کی ایک جماعت باقاعدہ عربی پڑھنے لگی، نو دس ماہ بعد میٹرک کا امتحان دے کر محمد غزالی ابن ابوبکر خطیبی بھی جماعت کے ساتھ شامل ہوئے، بحمدللہ تعالیٰ تادم تحریر سطور ہذا یہ چاروں طلباء اپنی اپنی بساط بھر درس وتدریس میں مستعدی کے ساتھ منہمک ہیں۔'' (روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل، ص۷۵/۷۶/۷۷)

مکتب کا اجراء

جامعہ کے افتتاح کے بعد عرصہ تک صرف دس طلبہ تھے۔ مولانا عبدالحمید ندویؒ

اور منتظمین جامعہ کو فکر لاحق ہوئی کہ دس طلبہ سے مدرسہ کس طرح چلے گا۔اس سلسلہ میں مشورہ ہوتے رہے۔بالآخیر ماسٹر عثمان حسن مرحوم نے دینی مکتب قائم کرنے کا مشورہ دیا۔اس کے بعد مکتب قائم کیا گیا،توالحمدللہ اس کا بڑا فائدہ ہوا۔ایک سال میں مکتب کے کئی درجہ قائم ہوئے اور طلبہ کا داخلہ شروع ہوا۔اس سے جامعہ کی ترقی میں بڑی مدد ملی اور وہی مکتب کے طلبہ، آج عالم وفاضل بن کر خدمت انجام دے رہے ہیں۔مولانا عبدالحمید ندویؒ روداداجلاس اول میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’ہم لوگ جامعہ کی پہلی ششماہی سے گذر رہے ہیں لیکن جامعہ کے لئے بچے ناپید ہیں، جناب داماد صاحب (ڈی،اے،اسماعیلؒ) اپنے پیروں کے درد میں مبتلا، محی الدین صاحب منیری بمبئی کب تک نہ جاتے، حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند کو رخصت کر کے چند دن بعد خود بھی تشریف لے گئے۔ چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ تھا۔اب سابقہ ڈاکٹر علی ملپا صاحب سے تھا یا پھر جناب ماسٹر عثمان حسن صاحب سے، طلباء کی طرف سے مایوسی کے عالم میں انہیں سے پوچھتا کہ آخر طلباء کہاں سے آئیں یا کہاں سے لائے جائیں؟ کوئی تشفی بخش جواب کسی سے نہ ملتا، بالآخر ماسٹر صاحب نے مجبور ہو کر ایک مکتب کھول لینے کا مشورہ دیا کہ انھیں کو حسب دل خواہ پڑھا لکھا کر، پال پوس کر، پروان پڑھا کر جامعہ میں پڑھنے کے لائق بنائیں، سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ جوان عمر و جواں ہمت ماسٹر صاحب کی یہ تجویز جو موصوف کے نزدیک نہ صرف مجبوری کے علاج کے طور پر تھی بلکہ واقعی بہت سی خوبیوں اور مصلحتوں کی بھی حامل تھی، مجھ ضعیف ناتواں کیلئے کتنی ہمت شکن، روح فرسا اور ساتھ ہی کتنے بڑے طولِ امل کی حامل تھی، میں تو

قبر میں پیر لٹکائے حیات مابقی کے اندر ہی اندر بدست خود جامعہ کو جامعہ بنانے اور بچشم خود اس کے نتائج اور ثمرات دیکھنے کا آرزومند اور مشورہ اس قدر طویل طویل۔‘‘

(روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل ص ۷۷)

فکر جامعہ

جامعہ اسلامیہ جب قائم ہوا، تو استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ندویؒ اور بانی جامعہ حضرت الحاج ڈاکٹر علی صاحب ملپا مدظلہ ودیگر رفقاء کا نظریہ تھا کہ

۱) جامعہ اسلامیہ صرف تعلیم گاہ نہ ہو، بلکہ اسلامی تعلیم گاہ ہو۔جامعہ کا پڑھنے والا، پڑھانے والا عامل بالقرآن والسنۃ ہو۔اسلامی اقدار کا حامل ہو۔علم حاصل کرنے کا مقصد حصول دنیا اور ڈگری حاصل کرنا نہ ہو۔جامعہ کے قیام کے وقت بعض احباب نے جامعہ کا نام جامعہ عربیہ رکھنے کی تجویز پیش کی تھی، اس کی پرزور مخالفت کی گئی۔چنانچہ ۱۳۸۴ھ، طابق ۱۹۶۴ء کے سالانہ اجلاس میں اس تجویز کے خلاف تقریریں کی گئیں۔پروفیسر جلال کڑپوی اپنی صدارتی تقریر میں فرماتے ہیں۔

’’مجھے ایک اور رائے کا بھی ازالہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ رائے آپکے شہر کے ایک تجربہ کار مخلص خادم ملک وقوم کی جانب سے آئی ہے یعنی ’’جامعہ اسلامیہ‘‘ کو ’’جامعہ عربیہ‘‘ سے موسوم کر کے حکومت کی امداد (گرانٹ) بھی حاصل کی جاسکتی ہے تاکہ علوم عربیہ کے ساتھ جدید تعلیم سے شہر کے نوجوان فیض اٹھا سکیں۔اسکے برعکس وانمباڑی کے اسلامیہ کالج کے ارباب حل وعقد نے لفظ ’’عثمانیہ‘‘ کو ٹھکرا کر لفظ ’’اسلامیہ‘‘ کو بحال رکھنے میں لاکھوں کی گرانٹ پر لات ماردی جو سابق نواب

حیدرآباد نے پیش کی تھی۔ (روداد اجلاس اول جامعہ اسلامیہ بھٹکل،ص ۳۶، ۳۷)

۲) جامعہ کی تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے طرز پر ہو،اور تربیت وفکر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے طرز پر ہو۔اسی ندوی اور تھانوی امتزاج کو برقرار رکھنے کے لئے ارباب جامعہ اسلامیہ نے دو (۲) سرپرست منتخب کئے۔ایک ندوی فکر،مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ،اور دوسرے تھانوی فکر،محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ۔

۳) جامعہ اسلامیہ بھٹکل جنوبی ہند کا دوسرا ندوۃ ہو۔یعنی مکمل دارالعلوم (یونیورسٹی) جس میں مکمل شعبہ جات قائم کئے جائینگے۔اسی لئے مولانا عبدالحمید ندویؒ نے ابتداء ہی میں اطفال سے لے کر درجہ فضیلت تک کا نصاب مرتب فرمایا۔چنانچہ لکھتے ہیں۔"جامعہ کا تیسرا آخری سال چار سال کا ہوگا،جس میں علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم دی جائے گی۔اورجس میں فقہ،حدیث،قرآن اورعلم کلام کی تعلیم ہوگی۔اس کے ابتدائی دو سالوں کی تعلیم ختم کرلینے کے بعد عالمیت کی،اور بقیہ آخری دو سالوں کا کورس پورا کر لینے کے بعد فضیلت کی سند فارغین کو دی جائے گی،اور فضیلت کے ساتھ ساتھ انگریزی کی تعلیم بھی بی،اے کے معیار تک ہوجائے گی،لیکن طلباء کے نہ ہونے سے جامعہ کو بھی اس تیسرے مرحلہ میں قدم رکھنے کی نوبت نہیں آئی۔البتہ ابتدائی اور ثانوی مرحلہ کی تعلیم مذکور مجوزہ اصولوں کے مطابق اپنے مجوزہ نصاب کے ذریعہ باقاعدہ کامیابی کے ساتھ ہورہی ہے۔حالات کے سازگار ہوتے ہی تیسرے آخری مرحلہ کی تعلیم بھی شروع کردی جائے گی۔جس کی سب سے بڑی ضرورت پڑھنے والے طلباء کی معتد بہ تعداد کی دستیابی ہے۔"

(روداد اجلاس اول،ص ۹۱،۹۲)

نیز جامعہ کے بانی ممبران نے جامعہ اسلامیہ کے اغراض ومقاصد اس طرح مرتب کئے،جس سے مکمل دارالعلوم (عظیم اسلامک یونیورسٹی) کا تصور قائم ہوتا ہے۔

۱) اس دینی تعلیمی ادارہ کا نام جامعہ اسلامیہ ہوگا۔(۲) اس کا صدر مقام بھٹکل ہوگا۔

۳) یہ ایک آزاد ادارہ ہوگا۔(۴) اس کا مسلک اہل سنت والجماعت ہوگا اورفروعی مسلک شافعی ہوگا۔(۵) مسلم طلباء وطالبات میں علوم دینیہ یعنی قرآن مجید،تفسیر، حدیث،فقہ،علم الکلام عربی زبان وادب نیز دوسری تعلیم کا نظم واہتمام۔(۶) مذہب اسلام کی نشرواشاعت۔(۷) طلباء مدرسہ کی دینی ودنیوی بہبودی کے پیش نظر حسب ضرورت فارسی،اردو،انگریزی،کنڑی اوردیگر عصری زبانوں کی تعلیم،نیز اسی طرح دنیوی علوم مثلاً تاریخ،جغرافیہ اورحساب کی ضروری تعلیم،بشرط گنجائش صنعت وحرفت کا انصرام۔(۸) جامعہ اسلامیہ کے مرکزی مدرسہ کے علاوہ بھٹکل اوراردگرد نواح میں حسب حالات وضرورت،بشرط گنجائش جامعہ کی شاخوں کا قیام،یعنی عربی مدارس ومکاتب کا اجراء (۹) تقریر وتحریر کے ذریعہ مسلمانوں کو اللہ کے دین پر قائم رکھنے کے لئے مسلسل جدوجہد (۱۰) علوم دینیہ کی اشاعت کے لئے علماء کرام ومبلغین اسلام سے استفادہ۔(۱۱) جامعہ میں دارالافتاء کا قیام، جہاں دیگر مسلک کے علاوہ خاص طور پر شافعی مذہب کے فتاویٰ صادر کئے جائیں گے۔(۱۲) جامعہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے حسب ضرورت بشرط گنجائش ایک ترجمان (ارگن) شائع کیا جائے گا۔(۱۳) عام طور پر مسلمانوں میں خصوصیت

کے ساتھ طلباء جامعہ میں تعلیم واصلاح کا جذبہ پیدا کیا جائے گا۔(۱۴) جامعہ وقتاً فوقتاً تعلیمی تبلیغی ،دعوتی عام اجلاس منعقد کرے گا،جس میں علماء کرام اور ملت کے دردمندوں کو دعوت دی جائے گی۔(۱۵) طلباء کے لئے دارالاقامہ کا قیام، جہاں طلباء کے اندر اسلامی اخلاق واعمال صالح کی تربیت دی جائے گی۔

(۱۶) جامعہ میں ایک معیاری تعلیم کا بندوبست کیا جائے گا۔جس کے فارغین طلباء کو عالم وفاضل کی سند دی جائے گی۔(۱۷) جامعہ کا ایک کتب خانہ ہوگا،جہاں پر دینی علوم کی کتابیں جمع کی جائیں گی اوراس کے فیض کو عام کیا جائے گا۔

(دستورالعمل جامعہ اسلامیہ بھٹکل،ص۸،۹)

افسوس کہ بعض ناتجربہ کاراورغیرحقیقت پسندانہ افراد کے دخیل ہونے کی وجہ سے بعض دستوری دفعات میں بھی ترمیم کی گئی ہے۔مثلاً دفعہ۴ جامعہ اسلامیہ کامسلک :جامعہ اسلامیہ اہل سنت والجماعت اور فروعات میں مسلک شافعی کا پابند ہے۔(قدیم تعارف،ص۷)اس میں ترمیم کرکے اس طرح لکھا گیا ہے۔

’’جامعہ اسلامیہ فکرولی اللہی سے وابستہ رہ کرعقائدواصولیات میں اہل سنت والجماعت اورفروعات میں تنگ نظری وتشدد کی مخالفت کرتے ہوئے مسلکی وسعت کے ساتھ فقہ شافعی کا پابند ہے۔‘‘(جدیدتعارف جامعہ اسلامیہ بھٹکل۹)اس دفعہ کی ترمیم کب اورکس نے کی ،معلوم نہیں، جب کہ دستوری اور بنیادی اصول کوتبدیل کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا۔جامعہ کے دستورکومولانا یعقوب ندویؒ،اورمحی الدین منیری صاحبؒ نے مرتب کیا تھا،اورسابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا ابوالعرفان صاحب ندویؒ کی نظر ثانی واصلاح کے بعد سرپرست جامعہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ

کی صدارت میں مجلس شوریٰ نے اس کو منظور کیا تھا۔**وما علینا إلا البلاغ المبین**

اللہ کے فضل وکرم سے آج بتاریخ ۵/ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۴/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز منگل یہ رسالہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ **اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر**